مولانا صباح الدین عبدالرحمن مرحوم

چند یادیں ـــ چند باتیں

ڈاکٹر محمود الرحمن

میں مولانا مرحوم کو بچپن سے جانتا تھا ۔ ان سے میری دور کی رشتہ داری تھی ۔ لیکن قربت کی نمایاں وجہ یہ تھی کہ میرے والد مولانا شاہ منظور الرحمن اختر کا کوی اور صباح الدین صاحب دونوں مدرسہ شمس الہدیٰ میں ہم جماعت تھے ۔ مزید برآں، میرے بڑے چچا شاہ ولی الرحمن ولی کاکوی اور میرے والد دونوں کی نگارشات دارالمصنفین کے رسالے معارف میں ایک مدت سے شائع ہو رہی تھیں ۔ لہذا اس مقتدر ادارے اور اس کے رفقاء کے ذکر سے میرے کان ابتدائی عمر میں ہی آشنا ہو چکے تھے ۔ مجھے ہجرت سے پہلے ان سے ملنے کا اتفاق نہیں ہو سکا تھا، اس لئے کہ ۱۹۳۵ء میں جو میرا سالِ پیدائش ہے، وہ اعظم گڑھ تشریف لے جا چکے تھے ۔ کبھی کبھی آتے بھی تھے تو صرف چند دنوں کے لئے اور وہ بھی دیسنہ میں، جبکہ ہم لوگ اپنے آبائی گاؤں کاکو میں مقیم تھے ۔ البتہ مولانا کا تذکرہ گھر میں اکثر ہوتا رہتا تھا ۔

مجھے ۱۹۷۶ء میں مولانا صباح الدین صاحب سے ملاقات کا موقع ملا، اور وہ بھی نہایت ڈرامائی انداز میں ۔ میں ان دنوں نیشنل بک فاؤنڈیشن، کراچی میں جنرل بُکس کا انچارج تھا ۔ اسی زمانے

میں انگریزی کے مشہور اخبار ,,ڈان،، کراچی میں ممتاز محقق اور دانشور جناب پیر حسام الدین راشدی صاحب کا ایک مراسلہ شائع ہوا جو مولانا کی جانب سے انھیں بھیجے گئے ایک طویل خط کا ترجمہ تھا ۔ اس میں مرقوم تھا :

,,مولانا شبلی نعمانی نے اپنی وفات سے پہلے دارالمصنفین کا ایک خاکہ تیار کیا تھا، لیکن اس کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ ان کی رحلت کے بعد علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے ۱۹۱۵ء میں اس کی بنیاد ڈالی ۔ اس ادارے کی ابتدا ھی سے یہ غرض و غایت رہی ہے کہ اسلامی تاریخ و ثقافت پر مبنی کتابیں شائع کی جائیں ۔ اب تک اس مقتدر ادارے سے سینکڑوں کتب طبع ہو چکی ھیں جن میں ,,سیرۃ النبی،، (چھ جلدیں)، ,,تاریخ اسلام،، (١٦ جلدیں)، سیرۃ الصحابہؓ،، (چودہ جلدیں)، ,,ارض القرآن،،، ,,سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ،، ,,الفاروق،،، ,,المامون،، اور ,,الغزالی،، قابل ذکر ھیں ۔

دارالمصنفین کو کہیں سے گرانٹ نہیں ملتی ۔ حکومتِ ہند نے امداد دینے کی خواہش کی تھی، لیکن بعض مصلحتوں کی بنا پر اسے قبول کرنے سے معذوری ظاھر کی گئی ۔ اس قدیم ادارے کی آمدنی کا واحد ذریعہ مطبوعہ کتابوں کی فروخت ہے۔ لیکن مجھے باوثوق ذرائع سے یہ معلوم ھو کر بہت دکھ ھوا ہے کہ پاکستان کے بعض ناشر بلااجازت اور بغیر کسی پیشگی معاھدے کے دارالمصنفین کی کتابیں دھڑا دھڑ شائع کر رھے ھیں اور لاکھوں روپے کا منافع کما رھے ھیں۔ ان کے اس رویے سے ھمارے ادارے کو خاصا نقصان پہنچ رھا ہے۔ اور وہ

بھی ایسے ادارے کو جو خالص دینی بھی ہے اور علمی بھی ۔ ان ناشروں کو اتنی اخلاقی جرأت بھی نہیں ہوئی کہ وہ ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر ھی ادارے کو اس اقدام سے مطلع کر دیتے ۔

لہذا آپ سے گذارش ہے کہ اس دینی ادارے کو تباہ و برباد ہونے سے بچائیں اور ,,سیرۃ النبی ،، جیسی کتابوں کی غیرقانونی اشاعت کو رکوانے کا بندوبست کریں،، ۔

میں نے اپنے فرائضِ منصبی کے طور پر مراسلے کا تراشا اضافی نوٹ کے ساتھ فاؤنڈیشن کے سابق سربراہ جناب یونس سعید صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا ۔ بات آگے بڑھی ۔ معاملہ وزارتِ تعلیم تک پہنچا ۔ وہاں سے وزارتِ تجارت، وزارتِ قانون اور وزارتِ مالیات تک کیس کی رسائی ہوئی ۔ حکومتِ پاکستان نے بالآخر اس بات کی منظوری دے دی کہ نیشنل بک فاؤنڈیشن اور دارالمصنفین کے درمیان ایک معاہدہ ہو جائے جس کے تحت اول الذکر کو آخر الذکر کی ایک سو پندرہ مطبوعات پاکستان میں شائع کرنے کے حقوق مل جائیں ۔ اور فاؤنڈیشن ان ۱۱۵ کتب کی کاپی رائٹ کا معاوضہ مبلغ پندرہ لاکھ روپے ادا کرے ۔

۳۰ ۔ اگست ۱۹۷۶ء کو معاہدے پر دستخط کرنے کی تقریب نیشنل بک فاؤنڈیشن کے کراچی آفس میں منعقد ہوئی ۔ مولانا صباح الدین صاحب دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی کے ناظم اعلی ہونے کے ناطے، اس پر دستخط ثبت کرنے کے لئے بہ نفسِ نفیس پاکستان تشریف لائے ۔

مجھے یہ جان کر بےحد مسرت حاصل ہو رہی تھی کہ جناب پیر حسام الدین راشدی کے مطبوعہ مراسلے کو اپنے جس اضافی نوٹ کے ساتھ فاؤنڈیشن کے منتظمِ اعلی کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا ، وہ

اس قدر موثر ثابت ہوا کہ اب پاکستان میں ,,سیرۃ النبی،، ,,تاریخ اسلام،، ,,سیرۃ الصحابہؓ،، اور دیگر کارآمد کتب قانونی طور پر شائع ہوں گی اور یہاں کے متعدد ناشروں نے دارالمصنفین کی مطبوعات کو بلااجازت اور معاوضے کا ایک دھیلا دیئے بغیر شائع کرنے کا جو شرمناک رویّہ اختیار کیا تھا، وہ اب حکومت کی حکمتِ عملی کی بدولت ختم ہو جائے گا اور وفاقی وزارتِ تعلیم کے ایماء و امداد کے نتیجے میں معاهدے پر دستخط ہو جانے کے بعد قزّاقی اور چوری بند ہو جائے گی ـــــ لہذا اس جذبے کے تحت میں نے ایک نظم اس موقع کی مناسبت سے لکھی تھی جس کا علم سوائے چند ایک دوستوں کے کسی کو نہ تھا۔

مذکورہ تاریخ کو مولانائے محترم فاؤنڈیشن میں تشریف لائے۔ ہال مہمانوں، صحافیوں اور فوٹو گرافروں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ معاً یونس سعید صاحب کو کچھ یاد آیا۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور مولانا سے تعارف کراتے ہوئے اور اخباری تراشے کا ذکر کرتے ہوئے دبے لفظوں میں کہہ گئے کہ میں بہار کا رہنے والا ہوں۔ یہ سن کر صباح الدین صاحب نے برجستہ سوال کیا:

,,کس کے بیٹے ہو؟،،

مولانا شاہ منظور الرحمن صاحب کا لڑکا ہوں،،

یہ سننا تھا کہ موصوف نے اپنے دونوں بازوؤں میں مجھے سمیٹ لیا اور یونس سعید صاحب سے کہنے لگے :

,,بہت خوب ! آپ نے تو مجھے بچھڑے ہوئے بھتیجے سے ملا دیا،، ـ

یہ تھی مولانا سے ڈرامائی انداز میں میری پہلی ملاقات!

میرے محترم دوست اور ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کے سابق سربراہ جناب مختار زمن کو معلوم تھا کہ میں نے ایک نظم

لکھی ہے ۔ چنانچه معاهدے پر دستخط هو جانے کے بعد انهوں نے اعلان کر دیا که میں نظم سناؤں گا ۔ یونس سعید صاحب نے بھی هاں میں هاں ملائی ۔ میں اتنے بڑے مجمع میں اپنی ادنی سی نظم پڑھنے سے هچکچا رها تھا ۔ لیکن جب مولانا نے بھی اصرار کیا تو اٹھ کھڑا هوا اور ,,دارالمصنفین،، کے عنوان سے لکھی هوئی درجِ ذیل نظم سنائی ۔

اے که تُو ہے علم و دانش کا چمن — اے که تُو وجہِ فروغِ انجمن
اے که تُو ہے مظہرِ فکر و نظر — ہے هر اک ذرّہ ترا رشکِ گہرُ
اے که تجھ میں خونِ شبلی موجزن — اے که تجھ میں ہے نہاں سید کا فن
اے که تجھ سے بزمِ اردو ضوفشاں — تُو شعور و آ گہی کا اک نشاں
اے که تُو تاریخ کا اک سنگِ میل — تیری هر تحریر ہے بانگِ خلیل
تجھ سے ہے تاریخ کو حاصل فروغ — تو نے واضح کر دیا صدق و دروغ
اے که تُو ہے بےنظیر و بے مثال — تیری مطبوعات ساری لازوال
سیرتِ سرکار ہے اک شاهکار — قابلِ صد احترام و افتخار
منضبط تاریخ کے اوراق هیں — جلوه گر ماضی کے سب اسباق هیں
محترم اجداد کی تحریر ہے — دورِ رفته کی حسیں تصویر ہے
ہے یه سرمایۂ عظیم و معتبر — آشنا هیں اس سے سب اهلِ نظر
هو مبارک اهلِ پاکستان کو — پالیا ہے منبعِ عرفان کو
فاؤنڈیشن سے هوا عهد و قرار — نقشِ شبلی هو گا یاں اب آشکار
سب کتابیں چَھپ کے نکلیں گی یہاں — هوگا روشن علم و دانش کا جهاں

پائیں گے هم عهدِ رفته کا سراغ
هوں گے پُر اپنی روایت سے دماغ
شکر آبا کا خزینه مل گیا
علم و فن کا اک دفینه مل گیا

تقریب کے بعد جب مولانا رخصت هونے لگے تو میرے پاس آئے اور کهنے لگے که ,,برخوردار ! یه نظم مجھے دے دو،، ۔ چنانچه چچا کے حکم کی تعمیل کرتے هوئے میں نے جیب سے نظم نکالی اور ان کے حوالے کر دی ۔

مولانا کے اعظم گڑھ واپس جانے کے غالباً ڈیڑھ دو مہینے کے بعد مجھے ایک پیکٹ ملا ـ کھول کر دیکھا تو اس میں ماہ اکتوبر ۱۹۷۶ء کا ,,معارف،، تھا ـ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ,,ادبیات،، کے کالم میں صفحۂ اول پر اپنی درج بالا نظم مولانا کے ایک نوٹ کے ساتھ چھپی ہوئی دیکھی ـ بحیثیت مدیر صباح الدین صاحب نے لکھا تھا:

,,جناب محمود الرحمن صاحب، ڈپٹی ڈائرکٹر، نیشنل بُک فاؤنڈیشن کراچی نے دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ اور نیشنل بُک فاؤنڈیشن پاکستان کے درمیان تاریخی سمجھوتے پر یہ نظم کہی،،

میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ میری ناچیز ,,تخلیق،، ,,معارف،، جیسے علمی و ادبی مجلّے میں شائع ہوگی جسے علامہ سید سلیمان ندوی جیسی بلند مرتبت شخصیت نے جاری کیا تھا ـ جس رسالے میں مولانا عبدالماجد دریا بادی، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا ابو الحسن علی ندوی اور مولانا شاہ معین الدین ندوی جیسے فاضل ادیب کی نگارشات طبع ہوتی رہی ہوں، اس میں مجھ جیسے کم مایہ کی تحریر بھی طباعت پذیر ہوگی ـ میں تو ہمیشہ ایک طالبعلم کی حیثیت سے اس رسالے کا مطالعہ کرتا رہا ہوں ـ یہ مولانا صباح الدین صاحب کی حوصلہ افزائی تھی کہ اس بلند پایہ علمی و ادبی جریدے کے مصنفین میں مجھ احقر کو بھی شامل کر لیا اور بعد میں بھی میرے مضامینِ نظم و نثر شائع کرتے رہے ـ

مولانا سید صباح الدین عبدالرحمن صاحب کا وطن دیسنہ تھا جو صوبۂ بہار کا ایک مردم خیز قصبہ شمار کیا جاتا ہے ـ یہاں کی سر زمین سے نامور ہستیاں نمودار ہوئیں جن میں علامہ سلیمان ندوی، پروفیسر نجیب اشرف ندوی (مؤلف رقعات عالمگیری)، سید

شنہاب الدین دیسنوی، سعید الحق، مولانا ظفر احمد ندوی اور ڈاکٹر وصی احمد انصاری (پاکستان کے معروف سرجن) قابل ذکر ہیں ۔

مولانا اسی قدیم قصبے میں ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم دیسنہ کے قدیم مکتب میں حاصل کی ۔ ۱۹۲۵ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا ۔ ۱۹۲۷ء میں مظفر پور سے ایف، اے کرنے کے بعد پٹنہ آئے اور ۱۹۲۹ء میں پٹنہ کالج سے بی، اے کیا ۔ بعد ازاں، مدرسہ شمس الہدی میں داخل ہوئے، لیکن بیماری کے طویل سلسلے کی وجہ سے تعلیم رک گئی اور وہ واپس دیسنہ چلے گئے ۔ صحت یاب ہونے کے بعد وہ علی گڑھ چلے گئے اور مسلم یونیورسٹی سے بی ۔ ٹی کی سند حاصل کی ۔

مولانا کی ہونہاری کو دیکھتے ہوئے علامہ سلیمان ندوی نے انھیں اعظم گڑھ آنے کو کہا ۔ چنانچہ ۱۹۳۵ء میں وہ علامہ کے پاس چلے گئے اور دارالمصنفین کے رفقاء میں شامل ہو گئے ۔ اسی دوران تعلیمی سلسلہ بھی جاری رہا ۔ ۱۹۳۶ء میں پٹنہ یونیورسٹی سے ایم اے (اردو) اور ۱۹۳۷ء میں ایم، اے (فارسی) کے امتحانات پاس کئے ۔

سید صباح الدین صاحب کی علمی زندگی کا آغاز دارالمصنفین سے ہوتا ہے ۔ علامہ سید سلیمان ندوی کے فیض صحبت اور برکاتِ تربیت سے ان میں علمی تحقیق اور انشا پردازی کا شوق پیدا ہوا ۔ مولانا نے اس زمانے کا ایک واقعہ بتایا تھا جو نئے لکھنے والوں کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے : ۔

> ,,ایک مرتبہ علامہ نے ایک مضمون لکھنے کی غرض سے مجھے چند کتابیں دیں اور کہا کہ ان کے مطالعہ کے بعد اس پہلو پر مضمون تیار کرو ۔ میں ڈبل ایم ۔ اے کر چکا تھا ۔ چنانچہ نوجوانی کے نشے میں اور یونیورسٹی

کی تعلیم کی دھونس جمانے کی خاطر بڑی محنت سے مضمون تیار کیا ۔ علامہ نے جب اس پر نظرثانی کی تو پورا مضمون بدلا ہوا تھا ۔ مجھے دیکھ کر بڑی شرم آئی ۔ اس موقع پر علامہ نے کہا کہ چھوٹے چھوٹے جملے اور کم سے کم الفاظ سے کام لو ۔ الفاظ کے استعمال میں بخل سے کام لیا کرو ۔ کم سے کم الفاظ سے زیادہ سے زیادہ معنی اور خیال پیش کرنے کی کوشش کرو ۔ گویا سمندر کو کوزے میں بند کرنے کا نام علم ہے،، ۔

علامہ کی یہ بات ہمیشہ مولانا صباح الدین صاحب کے پیش نظر رہی ۔ چنانچہ فطری آب و تاب اور بڑھ گئی ۔ تحریر میں بلا کا حسن پیدا ہوگیا ۔ تاریخ جیسے خشک موضوع کو نہایت دلآویزی کے ساتھ پیش کرنے میں انھیں مہارت حاصل ہوگئی ۔

ادب و تاریخ سے مولانا کو زمانۂ طالب علمی سے لگاؤ تھا ۔ دارالمصنفین کے ماحول نے اس طبعی میلان کو اور زیادہ تقویت دی ۔ اس ادارے میں انہوں نے تاریخی موضوعات کو اپنے تتبع و تحقیق اور تصنیف و تالیف کا ھدف بنایا ۔ برصغیر میں اسلامی عہد کی تاریخ ان کا خاص موضوع تھا ۔ اس دور سے متعلق مرحوم کا مطالعہ بہت ھی وسیع اور غائر تھا ۔ اس عہدِ زرّیں کے بارے میں ان کی چند بیش بہا تصانیف شائع ہو چکی ھیں ۔ مثلاً ,,بزم مملوکیہ،، ,,بزم تیموریہ،، ,,بزم صوفیہ،، ,,ہندوستان کے عہد وسطی کی ایک جھلک،، ہندوستان کے عہدِ مغلیہ کی ایک جھلک ,,ہندوستان کے عہد وسطی کا فوجی نظام،، ,,خلجیہ،، ,,رزم نامہ،، ,,مسلمان حکمرانوں کی مذہبی روا داری،، جیسی معرکۃ الآرا اورشاھکار کتابیں شامل ھیں ۔ یہ اسلامی زمانے کے سیاسی، ثقافتی ، علمی اور ادبی احوال و اوضاع کا بڑا واضح اور جاندار نقشہ پیش کرتی ھیں ۔

خالص ادبی تحقیق کے شعبے میں جناب صباح الدین صاحب کا گراں قدر کارنامہ اردو کے مشہور شاعر اشرف علی فغاں کے دیوان کی ترتیب ہے۔ اس تالیف میں ان کا محققانہ اور فاضلانہ ,,مقدمہ،، بھی شامل ہے۔

اردو کے علاوہ مولانائے محترم نے انگریزی میں بھی مضامین لکھے تھے جن میں زیادہ تر تاریخی ہیں۔ یہ سب ہندوستان، پاکستان اور برطانیہ کے مشہور جرائد میں طبع ہوئے۔ انہوں نے علامہ سید سلیمان ندوی کی بعض کتابوں اور رسالوں کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا تھا۔ ان میں ,,عربوں کی جہازرانی،، اور ,,خواتین اسلام کی بہادری،، قابل ذکر ہیں۔

دارالمصنفین جیسے مقتدر ادارے کے انتظامی اور مالیاتی امور کی نگرانی بھی مولانا کے سپرد تھی جو ان کی لیاقت و صلاحیت کا بیّن ثبوت تھی۔ پھر، ,,معارف،، جیسے بلند پایۂ جریدے کی ترتیب و تدوین بھی ان ہی کے ذمّے تھی۔ غرض علامہ شبلی نعمانی کے خوابوں کی تعبیر اور علامہ سید سلیمان ندوی کے خونِ دل سے سینچے ہوئے باغ ——— دارالمصنفین ——— میں مرحوم نے اپنے اعلی کردار اور علمی خدمات کی بدولت ممتاز مقام حاصل کر لیا تھا۔ دنیائے علم و ادب میں ان کی کمی ہمیشہ محسوس کی جاتی رہے گی۔

●●●